مذاہبِ عالم کی کتبِ مقدسہ میں صحابہ کرامؓ کا تذکرہ۔ تحقیقی مطالعہ

عثمان احمد*

سلسلہِ نبوت اللہ جل شانہ کا عظیم احسان ہے جس کے نتیجے میں نسل انسانی سے راہِ ہدایت گم نہ ہوئی اور انسانوں کا ایک گروہ ہمیشہ ہدایت پر عمل پیرا رہا۔ سب سے پہلے انسان جناب آدم علیہ السلام سب سے پہلے پیغمبر تھے اور وحی نبوت سے سرفراز کیے گیے اور ان کو براہِ راست مخاطب کر کے اللہ جل شانہ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا:

﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (۱)

''پس جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے (تو اس کی پیروی کرنا) جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو اس کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔''

لہذا نسلِ انسانی پر کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ اسے اس کائنات کے خالق اور مالک کی شناخت نہ تھی اور اس نے غاروں اور جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے خوف کے خارجی اور داخلی محرکات کے باعث تدریجاً خدا کا تصور تخلیق کیا۔ کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ کسی خطہ میں آباد انسانوں کو انکی عقلِ خام اور خواہشاتِ نفس کے سپرد کر دیا گیا ہو اور شریعت کے ذریعے ان کی تہذیب نہ کی گئی ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ (۲)

''اور تحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔''

﴿وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (۳)

''کوئی امت ایسی نہیں کہ جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔''

انبیاء کرام کا سلسلہ چلتے چلتے زمانی اور مرتبی، ہر دو اعتبار سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر تکمیل و اختتام کو پہنچا۔ تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے عہد کو پائیں تو ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت و حمایت کا فرض ادا کریں گے۔ قرآن مجید میں اس عہد کے بارے ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا﴾ (۴)

''اور جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب تمہارے پاس کتاب و حکمت آئے پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد

---

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

لینے کے بعد) پوچھا گیا کہ تم نے اقرار کرلیا اور اس اقرار پر مجھے ضامن ٹھہرایا؟ تو انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔"

خاتم الانبیا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تاریخِ انسانی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی خبر انبیاء کرام کے مقدس گروہ نے اپنی اپنی امتوں کو دی۔ تمام انبیاء نے نہ صرف آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں سنائیں بلکہ اور آپ کے ساتھیوں کے فضائل و مناقب سے اپنے متبعین کو آگاہ کیا۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ مقدسین کا وہ گروہ ہے جس کے ذریعے اللہ کا کلام قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال کا بیان حدیث سب سے پہلے نقل ہوا اور ہم تک بحفاظت پہنچا۔ قرآن حکیم نے اس گروہ کو حزب اللہ، المفلحون، الراشدون اور خیرامت کے القابات سے ذکر کیا اور ان کے قلوب کو کفر وعصیان سے مصفّٰی ومزکّٰی کہا (۵) اور ان کے ایمان کو مثالی اور معیاری قرار دیا۔ (٦) ان کے راستے کو سبیل المومنین کہا (۷) اللہ جل شانہ نے اپنے پسندیدہ دین الاسلام، جو دینُ اللہ ہے، کی نسبت سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت میں ﴿اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾ کہہ کر صحابہ سے کردی گویا دین اللہ، دین الصحابہ قرار پایا۔ (۸)

تورات وانجیل میں صحابہ کرام کا تذکرہ:

قرآن حکیم میں بالکل وضاحت اور صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ذکر تورات وانجیل میں کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ﴾ (۹)

"اور رسول ونبی امی کی پیروی کرنے والوں کا ذکر وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا پاتے ہیں۔"

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَ مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ﴾ (۱۰)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر شدید اور آپس میں رحم دل ہیں تو ان کو دیکھے گا کہ رکوع وسجود کرتے ہوئے اللہ کا فضل اور رضا تلاش کررہے ہیں۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار نمایاں ہیں اور ان کی یہ مثالیں تورات وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔"

جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ:

کتبِ تاریخ وسیرت میں منقول متعدد ایسے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو ان کے عہد کے یہود ونصاریٰ نے اپنی کتب کی روشنی میں اس طرح شناخت کیا کہ انہیں شک وشبہ نہ تھا کہ یہ نبی موعود ﷺ کے ساتھی ہیں۔ ذیل میں کتبِ تاریخ وسیر سے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

یمن میں قبیلہ ازد کے ایک عالم کی پیش گوئی:

زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ ایک مرتبہ یمن گئے۔ وہاں ان کی ملاقات قبیلہ ازد کے بوڑھے عالم سے ہوئی جس نے

آسمانی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں اس نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر پوچھا: میرا خیال ہے تم حرم کے رہنے والے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا میرا خیال ہے تم قریشی ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا میرا خیال ہے تم خاندان تیمی کے فرد ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا: اب آپ سے ایک اور سوال ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنا پیٹ کھول کر دکھاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ میں اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تم مجھے اس کی وجہ نہیں بتلاؤ گے۔ اس نے کہا میں اپنے سچے اور مضبوط علم میں یہ خبر پاتا ہوں کہ حرم کے علاقے میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس کی مدد کرنے والا ایک تو نوجوان آدمی ہوگا اور ایک پختہ عمر کا کا آدمی ہوگا۔ جہاں تک نوجوان کا تعلق ہے وہ مشکلات میں کود جانے والا اور پریشانیوں کو روکنے والا ہوگا۔ اور جہاں تک اس پختہ عمر آدمی کا تعلق ہے وہ سفید رنگ کا اور کمزور جسم کا آدمی ہوگا اس کے پیٹ پر ایک بال دار نشان ہوگا اور اس کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔ وہ حرم کا رہنے والا، قریشی اور تیمی ہوگا۔ اس نے کہا کہ اب ضروری ہے کہ تم مجھے اپنا پیٹ دکھاؤ کیونکہ میں تم میں باقی سب علامتیں دیکھ چکا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں میں نے اپنا پیٹ اس کے سامنے کھول دیا اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ یا سفید رنگ کا بال دار نشان دیکھا اور میری بائیں ران پر اس کو وہ علامت نظر آئی۔ نشانیاں دیکھنے کے بعد کہا ''پروردگارِ کعبہ کی قسم تم وہی ہو''۔ (۱۱)

ہرقل کے پاس حضرت ابوبکرؓ کی تصویر:

نبی کریم ﷺ نے حکمرانوں کے نام دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ ہرقل قیصر روم کے نام خط آپ نے حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کو دے کر بھیجا۔ انہوں نے یہ دعوتی خط پہنچایا۔ ہرقل نے انتہائی ادب واحترام اور مثبت جذبات کا اظہار کیا لیکن امراء درباریوں کے غیض وغضب کے باعث اسے اقتدار کے ختم ہو جانے کے ڈر لاحق ہوا اور اس نے ایمان قبول نہ کیا۔ (۱۲)

حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کا بیان ہے کہ جب قیصر روم نے اپنی قوم کے عمائد کو اسلام سے متنفر پایا تو مجلس برخاست کر دی اور دوسرے روز مجھے ایک عالی شان محل میں بلایا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے میں چاروں طرف ۳۱۳ تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ قیصر نے مجھے مخاطب کر کے کہا یہ کل تصویریں جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور پیغمبروں کی ہیں، کیا تم بتلا سکتے ہو ان میں تمہارے نبی کی کون سی تصویر ہے۔ میں نے بغور دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے۔ قیصر نے کہا بے شک یہی آخری نبی کی تصویر ہے قیصر نے پھر دریافت کیا کہ اس تصویر کی دائیں جانب کی تصویر کو بھی پہچان سکتے ہو یہ کس کی ہے؟ میں نے بتلایا کہ یہ نبی آخرالزمان ﷺ کے ایک صحابی ابوبکر صدیقؓ کی تصویر ہے۔ قیصر نے پھر پوچھا اور یہ بائیں طرف تصویر کس کی ہے؟ میں نے کہا یہ ان کے دوسرے صحابی عمر فاروقؓ ہیں۔ قیصر یہ سن کر کہنے لگا تورات کی پیشین گوئی کے مطابق یہی دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں سے تمہارے دین کی ترقی اوجِ کمال کو پہنچے گی۔ (۱۳)

ایک عیسائی خانقاہ میں حضرت ابوبکر کی تصویر:

جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ بُصریٰ کی ایک عیسائی خانقاہ میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ایک تصویر دیکھی جس میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آپ کو دکھایا گیا تھا (۱۴)

حضرت عمرؓ کی وجہ سے بغیر جنگ بیت المقدس کی فتح:

جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو وہاں کے کمانڈر ارطبون کے نام ایک خط بھیجا جس میں ارطبون کو شہر حوالے کر دینے کے لیے لکھا گیا تھا خط لے جانے کے لے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا گیا جو رومی زبان جانتا تھا مگر اس کو یہ تاکید کر دی گئی کہ وہ ارطبون پر اپنے رومی زبان جاننے کا اظہار نہ ہونے دے تا کہ خط کے بارے میں بیت المقدس کے لوگ آزادی کے ساتھ آپس میں جو گفتگو کریں اسے سن کر انہیں مطلع کر دے۔ خط پڑھ کر ارطبون نے حاضرین مجلس سے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ عمرو یروشلم پر قبضہ کر سکے، یروشلم کا فاتح وہی ہو سکتا ہے جس کے نام کے تین حرف ہونگے یہ کہہ کر ایک خاص وضع قطع اور حلیہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے خوب غور سے دیکھ لیا ہے عمرو کا یہ حلیہ نہیں، اس لیے یہ شخص یروشلم ہرگز فتح نہیں کر سکتا یہ کہہ کر قاصد کو لاپرواہی کے ساتھ واپس کر دیا۔ قاصد نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آ کر جو کچھ سنا تھا بیان کیا، انہوں نے کہا کہ یہ تو حضرت عمر فاروقؓ کی وضع قطع اور ان کا حلیہ ہے۔ اسی وقت دربارِ خلافت میں عریضہ بھیجا گیا جس پر حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں پہچان کر بلا تامل شہر حوالے کر دیا۔ (۱۵)

کعب احبار کی حضرت عمرؓ کی شہادت کی پیشین گوئی:

حضرت کعب احبار حضرت عمرؓ کی شہادت سے تین روز پہلے آئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ یقینی بات ہے کہ آپ تین بعد شہید ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ارادہ ہے؟ کعب احبار نے کہا اے امیر المؤمنین یہ اللہ کی کتاب تورات میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: عمر بن خطاب کا ذکر تورات میں؟ تو کعب احبار نے کہا کہ نہ صرف آپ کا ذکر بلکہ اللہ کی قسم آپ کی صفات اور آپ کا حلیہ بھی بیان ہوا ہے اور آپ کی اجل کا وقت آن پہنچا۔ حضرت عمر نے کہا نہ مجھے درد ہے نہ بیماری۔ اگلے دن پھر کعب آئے اور کہا اے امیر المؤمنین ایک دن گزر گیا دو دن رہ گئے۔ پھر اگلے دن آئے اور کہا ایک دن یا رات رہ گئی۔ اور اگلے دن نمازِ فجر میں حضرت عمرؓ شہید ہو گئے۔ (۱٦)

خلفائے اربعہ کا ذکر:

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ جناب کعب احبار کے پاس ایک فرد کو بھیجا کہ پوچھے تورات میں میرا ذکر کیسے ہے؟ کعب نے کہا آپ کا ذکر لوہے کا زمانہ کی حیثیت سے ہے۔ آپ نے پوچھا اس سے کیا مراد ہے۔ روک ٹوک کرنے والا حکمران جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرے۔ آپ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہے؟ کہا آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے جنہیں

ظالم گروہ شہید کردے گا۔آپ نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ کہا اس کے بعد بڑی کڑی آزمائش کا دور ہوگا۔(۱۷)

ذیل میں توراۃ وانجیل کی آیات سے صحابہ کرامؓ کے تذکرہ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

کتابِ استثنا کی بشارت:

کتاب استثنا کے باب ۳۳ میں ہے۔

''And he said : The Lord came from Sinai, and from Seir he rose up to us, he hath appeared from mount Pharan and with him thousands of saints. In his right hand a fiery Law .''

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور ہزاروں قدوسیوں ساتھ آیا۔اسکے داہنے ہاتھ پر آتشی شریعت تھی''

کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے والی ذات محمد رسول اللہ ﷺ کی تھی اور فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدوسی اس پیکرِ نور کے ساتھ شہرِ مکہ میں داخل ہوئے۔(۱۸)

حنوک علیہ السلام کی بشارت:

حضرت حنوکؑ ،حضرت آدمؑ سے ساتویں پشت میں ہیں۔عیسائی مؤرخین کے مطابق انکے عروج آسمانی کے تین ہزار سترہ برس بعد حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ حضرت حنوکؑ نے نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''Behold, the lord cometh with thousands of his saints. To execute judgment upon all, and to reprove all the ungodly for all the works of their godliness , whereby they have done ungodly, and of all the hard things which ungodly sinners have spoken against God.''

''خداوند اپنی مقدس جماعتوں کے ساتھ آیا تا کہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے ان سب کاموں کے سبب سے جو انہوں نے بے دینی سے کئے،اور ان سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں،قصوروار ٹھہرائے۔''

یہاں خداوند سے مراد محمد ﷺ اور مقدس جماعتوں کا مصداق صحابہ کرام ہیں۔(۱۹)

بدھ مت کی مذہبی کتب میں صحابہ کرام کا ذکر:

گوتم بدھ کی پیشین گوئیوں کو اس کے پیروکاروں نے جمع کیا۔پیشین گوئیوں کی کتاب کا نام Saddharam Pundrik I ہے اس میں بدھ کہتا ہے:

Be well preparaed and well minded; join your hands, he who is

affectionate and merciful to world (Rahmatul lil aalameen) is going to speak, is going to pour the endless rain of Law and refersh those that are waiting for enlightenment. And if some should feel doubt, uncertainly or misgiving in any respect, then the wise one will remove it for his childern, the Buddhisattva here striving after enlightenment.

And that moment the folloing thought arose in the mind of Buddhisattva Maitreya ..... We never yet saw so great a host, so great a multitude of Buddhisattvas, we never yet heard of such multitude that after issuing from the gaps of the earth stood in the presence of the lord to honour, respect, venerate and worship him and greet him with joyful shouts,Whence they come here in the form of great bodies? All are great seers, wise anf strong in memory, whose outward appearance is lovely to sea, whence have they come?(20)

ترجمہ: ''راست ذہن کے ساتھ اچھی طرح تیار ہو جاؤ اور آپس میں متحد رہو اس کا ہاتھ پکڑ لو جو تمام دنیا کے لیے رحمت والا (رحمت للعالمین) ہے۔ جو کلام کرنے والا ہے۔ جو قانون کی نہ ختم ہونے والی بارش اس طرح برسائے گا کہ وہ لوگ جو روشنی کا انتظار کر رہے ہیں، ان کو تازہ دم کر دے گا۔ اگر کچھ لوگ اس کی بات میں شک کریں گے، کسی بھی لحاظ سے اس کی بات کو غیر یقینی تصور کریں گے تو پھر ایسا ہوگا کہ کوئی عقل مند فرد انکے شک اور غیر یقینی صورت حال کو ان کے بچوں کے لیے ختم کر دے گا اور بدھا یہاں روشنی کے لیے کوشش کر رہا ہے۔ اسی لمحے بدھا میتریا کے ذہن میں خیال ابھرا۔۔۔۔ ہم نے کبھی اتنا بڑا مہمان نواز نہیں دیکھا، مقدسوں کا اتنا بڑا گروہ نہیں دیکھا، ہم نے کبھی ایسے گروہ کے بارے نہیں سنا کہ جو زمین میں ایک وقفے کے بعد برآمد ہوا اور اپنے خدا کے حضور عزت، احترام اور ستائش کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اس کی عبادت کی اور خوشی کے کلمات سے اس کی رضا حاصل کی۔ عظیم ہستیوں کی شکل میں وہ کہاں سے یہاں آتے ہیں۔ وہ تمام لوگ عظیم، دور اندیش، عقل منداور پختہ حافظے کے مالک ہیں جن کی ظاہری شباہت قابلِ تحسین ہے۔ ایسے لوگ کہاں سے آتے ہیں۔''

اس پیشین گوئی میں صحابہ کرام کی قرآن کی بیان کردہ شان ﴿ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ دوسرے رنگ میں بیان ہوئی ہے۔

زرتشتیت کی مذہبی کتب میں صحابہ کرامؓ کا ذکر:

زرتشتیت یا پارسی مذہب کی مقدس کتب دو زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ژندی اور پہلوی میں۔ اس مذہب کی کچھ مقدس

کتب قدیم تصویری رسم الخط (Cuneiform) میں بھی ہیں۔ پہلوی زبان کا رسم الخط موجودہ فارسی رسم الخط سے مماثلت رکھتا ہے۔ جبکہ ژندی اور رسم الخط قدیم تصویری رسم الخط اس سے مختلف ہیں۔ یہ مقدس کتب دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک کو ''دساتیر'' اور دوسرے کو ''ژنداوستا'' کہا جاتا ہے۔ ان دونوں حصوں میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے بارے پیشین گوئیاں موجود ہیں جن کی حتمی تصدیق مستند تاریخ سے ہوتی ہے۔ ژنداوستا میں صحابہ کرام کے نبی کریم ﷺ کے دفاع اور حفاظت کے لیے ایک دیوار بننا اس طرح مذکور ہے:

> we homage the good, strong, beneficient Fra-vashes of the faithful, who fight at the right hand of reigning Lord..... They come flying unto him, it seems, as if they were well-winged birds. They come in as a weapon and as shield, to keep him behind and to keep him in fornt, from the enemy unseen, from the female Verenya fiend, from the evil-doer bent on mischeif and from that fiend who all is death, Angru Mainyu (Farvardin Yasht, 63) (21)

ہم ایمان رکھنے والوں میں سے بڑے پیشوا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جو نیک، مضبوط اور مہربان ہے۔ وہ فرماں روا آقا کے دائیں جانب لڑتے ہیں۔ وہ انتہائی پھرتی سے اڑتے ہوئے اس تک پہنچتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ مضبوط پروں والے پرندے ہیں۔ وہ کبھی ہتھیار بن کر، کبھی ڈھال بن کر آتے ہیں تا کہ آگے اور پیچھے سے، نظر نہ آنے والے دشمن سے، چڑیل یا شر انگیز عورت سے، ایسے برے شخص سے جو برائی پر تلا ہوا اور ایسے فتنہ پرداز سے جو اس کی موت کا خواہاں ہو سے محفوظ کر سکیں۔

سیرت و تاریخ کی کتب ایسے متعدد مناظر پیش کرتی ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ کی حفاظت کے لیے جانثاری و فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جانیں نچھاور کیں اور آپ اور دشمنوں کے درمیان حفاظتی دیوار بنے رہے۔ ذیل میں صرف دو واقعات بیان کیے جاتے ہیں جو اوپر کی گئی پیشین گوئی کی تائید ہیں۔

پہلا واقعہ:

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے اس وقت آپ کا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حجر اسود کے پاس تین مشرک عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آپ حجر اسود کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اونچی آواز سے طنز و تشنیع سے لبریز باتیں کیں کہ آپؐ کے چہرۂ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں فوراً آپ کے پاس پہنچا اور آپ کو اپنے اور ابوبکرؓ کے درمیان میں لے لیا۔ آپؐ نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں میرے ہاتھ میں ڈال دیں اور ہم تینوں طواف کرنے لگے۔ پھر جب آپ جب ان تینوں کے پاس سے گزرے تو

ابو جہل نے کہا تم اگر ہمیں ان معبودوں کی عبادت کرنے سے روکتے رہے جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں تو ہم تم سے کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا بھی یہی حال ہے۔ اور آگے تشریف لے گئے۔ چوتھے طواف پر جب آپ قریب سے گزرے تو اٹھ کر آپ پر حملہ کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدافعت کرتے ہوئے امیہ بن خلف کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت عثمانؓ نے ابو جہل کو۔ اور دونوں حفاظتی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ (۲۲)

دوسرا واقعہ:

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن جب صحابہ بکھر گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کو اکیلا پا کر مشرق کی جانب سے ایک پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتا ہوا تیزی سے حضور ﷺ کی بڑھتا چلا آرہا ہے میں بھی آپ کی حفاظت کے لیے تیزی سے بھاگا اور کہا الٰہی خیر ہو۔ کیا دیکھتا ہوں وہ شخص مجھ سے پہلے پہنچ چکا ہے اور وہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں۔ اور طلحہ بن عبید اللہ نبی ﷺ کے سامنے کھڑے اپنے سینے پر تیر لے رہے ہیں۔ (۲۳)

ژند اوستا میں صحابہ کرامؓ کی صفات ایک اور جگہ اس طرح بیان کی گئی ہیں:

And there shall his friends come forward, the friends of Astvt-erata, who are fiend smitting, well thinking, well speaking, well doing, following the good law and whose tongues have never uttered a word a falsehood: Zamyad Yasht, 95 (24)

ترجمہ: ''پھر اس کے دوست آگے بڑھیں گے، تمام اقوام کو جمع کرنے والی ذات (قرآن کے بقول: ﴿كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ کے دوست، جو شیطان صفتوں پر بہت سخت ہوں گے۔ بہت سمجھ بوجھ والے ہوں گے، حسنِ گفتار و حسنِ کردار کے حامل ہوں گے، اچھے قانون کی فرمانبرداری کرنے والے ہوں گے اور ان کی زبانوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہوگا''

دساتیر میں صحابہ کرام کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

'چم چمیم کا جام کمند ہنز توار جیارم ورتا ہتیال ہود۔ یو ہنز ار تسا مام ہو ہیر تاک و نیر تاک وامیہ مراک و سہ میہ مراک سہ مرویہ م ارتد۔ وھوزندہمر درکتام یتو دام۔ بیہرن فہ شاہی نیہ۔ ار وسیہ۔ ار کسہ وار آبادلی جوار ہدہ نیہ وستا۔ وھوزد ہوش شنشور۔ وتدرا ہند شایسیما رام مدبر دانتورام ہام وینغود وینواک و شایام شمناد۔ وہابیم ہارھشیام ورتا پاند'

ترجمہ: ''جب فارسی لوگ اس طرح کے کام کریں گے تو اہلِ عرب میں ایک آدمی پیدا ہوگا جس کے پیروکاروں کے ہاتھوں فارس کے تاج و تخت اور حکومت و مذہب کا خاتمہ ہوگا۔ اور متکبرین مغلوب ہوں گے۔ تب وہ بتوں کے گھر اور آتش کدہ کے بجائے ابراہیم کی عبادت گاہ کو بغیر بتوں کے قبلہ کی صورت میں دیکھیں گے اور اس (عربی آدمی)

کے پیروکار دنیا کے لیے رحمت ہوں گے۔ان کا آتشکدوں پر قبضہ ہو جائیگا۔مدائن، تس، بلخ اور بہت سے معروف اور مقدس مقامات پر ان کا غلبہ ہوگا۔'' (۲۵)

ہندو مت کی مذہبی کتب میں صحابہ کرام کا ذکر:

ہندومت کا مقدس دینی ادب تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔وید، اُپنشد اور پُران۔سب سے قدیم دینی ادب وید ہیں جو مزید چار حصوں میں منقسم ہیں۔رگ وید، یجُر وید، سام وید اور اتھروا وید۔(۲۶)

سب سے اہم پران ''بھاوشیا پران'' کے پراتی سارگ ۔۳، کھانڈ ۔۳، ادھے ۳، اشلوک ۵ تا ۸ میں مہارشی ویاسا پیشین گوئی کرتے ہیں:

''ایک غیر ہندی زبان بولنے والا روحانی رہنما اپنے ساتھیوں (صحابہ) کے ساتھ ظاہر ہوگا اس کا نام محمد ہوگا'' (۲۷)

اتھروا وید کی کتاب نمبر ۲۰، باب نمبر ۱۲۷، آیت نمبر ۳ میں ہے علامتی طور پر بیان کیا گیا کہ عرب مامہ (محمد ﷺ) رشی کو ''سو سونے کے موتی، دس ہار، تین سو عربی گھوڑے، دس ہزار مقدس گائیں عطا کی جائیں گی۔'' (۲۸)

اس کی شرح میں مولانا عبدالحق ہندو کتب و شارحین، تاریخ اور دیگر قرائن کو پیش نظر رکھ کر لکھتے ہیں کہ سو سونے کے موتیوں سے مراد اولین ایمان لانے والے صحابہ کی وہ جماعت مراد ہے جس نے تکالیف و مصائب کے پہاڑ سر کیے اور آخرِ کار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔سونے کی تشبیہ اس لیے دی گئی کہ انہیں آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزارا گیا اور وہ کندن بن گئے۔دس ہاروں سے مراد عشرۃ مبشرۃ ہیں۔تین سو عربی گھوڑوں سے مراد تابع فرمان اور طاقتور افراد ہیں جو غزوہ بدر میں شریک صحابہ کرام ہیں۔اور دس ہزار مقدس گاؤں سے مراد نبی کریم ﷺ کے دس ہزار صحابہ ہیں جو فتحِ مکہ کے وقت آپ کے ہمراہ تھے۔(۲۹)

مذاہبِ عالم کی کتب سے پیش کئے گئے صحابہ کرام ؓ کے تذکرہ کے یہ چند نمونے اس بات کی علامت اور ثبوت ہیں کہ یہ جماعت پہلی امتوں کے لیے بھی علم و عمل میں بطور نمونہ و مثال پیش کی گئی جیسا کہ امتِ محمدیہ کے لیے یہ جماعت اولین و بہترین نمونہ ہے۔(۳۰)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ البقرہ۔۲۳۸۔ ۲۔ النحل۔۳۶

۳۔ فاطر۔۲۴ ۴۔ آل عمران۔۸۱

۵۔ المجادلہ:۲۲؛﴿اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾۔الحجرات:۷؛﴿وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ﴾؛آل عمران:۱۱۰۔﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ﴾۔

۶۔ البقرہ:۱۳۷؛﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا﴾

۷۔ النساء:۱۱۵؛﴿وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا﴾

۸۔ قرآن حکیم نے دینِ اسلام کی نسبت، اللہ، رسول اور صحابہ سے کی۔﴿یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ﴾(النصر:۲)﴿اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ شَکٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ﴾(یونس:۱۰۴)﴿اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾(المائدہ:۳)

۹۔ الاعراف:۱۵۷ ۱۰۔ الفتح:۲۹

۱۱۔ الحلبی، علی بن برہان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دارالاشاعت کراچی، ج ا جز دوم، ص ۲۲۱، ۱۹۹۹ء

۱۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، دلائل النبوۃ، تحقیق دکتور عبدالمعطی قلعجی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۔۴، ص ۳۷۷۔۳۷۸، طبع اول، ۱۹۸۸ء؛ محمد بن سعد، ابوعبداللہ البصری، الطبقات الکبری، تحقیق احسان عباس، دار صادر بیروت، ج ا، ص ۲۵۹، طبع اول، ۱۹۶۸ء

۱۳۔ ابن جوزی، جمال الدین، سیرت عمر، مطبوعہ مصر۔ص ۳۱، س۔ن

۱۴۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد، ج ا۔ص ۱۷۹۔س ن

۱۵۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والرسل والملوک، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۴۴۸، ۱۴۰۷ھ؛ الجزری، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، تحقیق عبداللہ القاضی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۲۔ص ۳۴۷، طبع دوم، ۱۴۱۵ھ

۱۶۔ الاندلسی، محمد بن یحیٰ المالکی، التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، تحقیق محمود یوسف زاید، دارالثقافۃ دوحہ القطر، ص ۳۶، ۱۴۰۵ھ

۱۷۔ الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق حمیدی بن عبدالمجید السلفی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ا۔ص ۸۴، ۱۹۸۳ء

18- Holy Bible translated from the Latin Vulgate, M.H. Gill & Son , Dublin, 1846, PP154

کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق ترجمہ بائبل سے قرآن تک، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ج۔۳، ص ۲۵۱۔۲۵۸، تورات کی یہ بشارت خاصی صریح تھی اس لیے اس عبارت میں ترمیم وتحریف کی گئی ہے۔ پہلے ''دس ہزار قدوسیوں'' کے الفاظ تھے جس میں ترمیم کر دی گئی تفسیر حقانی اور سیرۃ النبی (سید سلیمان ندویؒ) میں جیسا کی منقول ہے۔ بائبل کے موجودہ نسخوں میں ''ہزاروں'' کی جگہ ''لاکھوں'' کر دیا گیا ہے۔

19- IBID, pp 193

20- Vidhyarthi, Maulana Abdul Haque, Muhammad in Wold Scriptures, Abbas Manzil Library, Allahabad, vol.2 pp64-65,1955

21- Vidhyarthi, Maulana Abdul Haque & U. Ali, Muhamamd in Parsi, Hindoo and Budhist Scriptures,Abbas Manzil Library, Allahabad, pp 6-7,1955

۲۲۔ الحلبی، علی بن برہان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرۃ الحلبیہ)، دارالمعرفہ بیروت، ج ا۔ص ۲۷۱۔۲۷۲، ۱۴۰۰ھ

۲۳۔ ۵۔ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، تحقیق شعیب الارنوؤط وعبدالقادر الارنوؤط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ج ۳۔ص ۲۰۴، طبع سوم، ۱۹۸۲ء

24- ibid, 19 25- Ibid,22-23

26- Ibid,33

27- web source:http://bhavishyapuran.blogspot.com/2007/07/bha vishya-puran a-prediction-of.html

28- Hymns of the Atharva Veda, translated by Maurice Bloomfield, sacred books of the East, volume 42 P:109, 1897,
web source: http://cincinnatitemple.com/downloads/AtharvaVeda.pdf

29- Muhamamd in Parsi, Hindoo and Budhist Scriptures, pp55-61

۳۰۔ اس مقالہ میں جہاں تک ممکن ہو سکا بنیادی مصادر سے حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں۔ بدھ مت اور زرتشتیت کی مذہبی کتب پوری تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکیں اس لیے ثانوی مصادر سے حوالہ جات دیے گئے ہیں۔

نکاح مشروط کی شرعی حیثیت (معاصر معاشرتی مسائل کے تناظر میں)

حافظ عبدالباسط خان*

نکاح رسم نہیں، عبادت ہے جسے کئی اعتبار سے دیگر عبادات پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنا طریقہ اور راستہ قرار دیا ہے۔

"النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی" (۱)

اور اسے نگاہ کی پستی اور شرمگاہ کی حفاظت کا موجب بتلایا ہے۔

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج" (۲)

یہی نکاح آدم کے بیٹوں اور حواء کی بیٹیوں کے ملاپ کا مشروع طریقہ ہے۔ اس ملاپ کا مقصد قرآن کریم نے سکون وطمانیت قرار دیا ہے۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ (۳)

خلاق علیم نے اس آیت کے باہم متصل دو ٹکڑوں میں یہ سبق دیا ہے کہ اس ملاپ میں سکون واطمینان کا موجب مودۃ ورحمۃ ہے۔ یہ محبت ورحمت جانبین کی زندگی میں سکون کی ایسی کیفیت پیدا کرتی ہے جس کا تصور اس ملاپ سے پہلے ہو ہی نہیں سکتا۔

عقد نکاح میں لڑکی کے اولیاء کی طرف سے مختلف نوعیتوں کی شرائط عائد کرنے کی روایت نئی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد:

"احق ما اوفیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج" (۴)

''تم پر سب سے زیادہ ان شرائط کی پاسداری ضروری ہے جن کے ذریعے سے تم شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کرتے ہو۔''

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی ایسی شرائط کا رواج تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے قول

"ولقد اشترت منذ زمان ان انھی الناس ان یتزوجوا بالشروط وان لا یتزوجوا الا علی دین الرجل وامانته وانه کتب بذلك کتابا وصیح به فی الاسواق (۵)

سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے اسلامی معاشروں میں ایسی شرائط عائد کرنے کی عادت رہی ہے۔ نیز فقہاء اربعہ کے ہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث بھی اسی کا عندیہ دیتی ہے۔

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

سب سے پہلے ان شرائط کی مختلف اقسام کا ذکر کیا جارہا ہے تا کہ مسئلہ کی تفہیم وتحقیق میں آسانی رہے۔

۱۔ وہ شرائط جو انہی حقوق وفرائض کو موکد کرتی ہیں جن کو شریعت نے نکاح کی وجہ سے لازمی طور پر واجب قرار دیا ہے جیسے یہ شرط کہ خاوند بیوی کو نفقہ ادا کرے گا، اس کے ساتھ بھلے طور پر بمطابق شریعت زندگی بسر کرے گا، اسی طرح یہ شرط کہ عورت معروف میں خاوند کی اطاعت کرے گی اور یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی۔

ظاہر ہے کہ ان شرائط کی حیثیت احکام شریعت کی بجا آوری کی توثیق وتجدید ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

۲۔ وہ شرائط جو نکاح سے متعلق وجوبی احکام سے متصادم ہوں۔ ابن رشد کے بقول جو نکاح صحیح ہونے کی شرطوں میں سے کسی کو ساقط کر دیتی ہوں یا نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر وتبدیلی کو مستلزم ہوں جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہوگا یا شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہوگا۔ ایسی شرطیں بالاتفاق غیر معتبر ہیں۔ (۶) امام بخاری نے ایسی شرطوں کی ممانعت پر مستقل عنوان باندھا ہے۔ ''باب الشروط التی لاتحل فی النکاح'' پھر اس کے تحت رسول ﷺ کی وہ حدیث پیش کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرے تا کہ اس کے حصہ کی بھی حقدار بن جائے کیونکہ جو اور جتنا اس کے لیے مقدر ہے وہ تو اسے مل کر رہے گا۔ (۷)

ایسی شرائط اگر نکاح میں لگائی جائیں تو ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرائط لغو ہوں گی۔

۳۔ وہ شرائط جن سے عورت کو نفع پہنچ سکتا ہے۔ درآنحالیکہ شریعت نے ان شرائط کو نہ واجب قرار دیا ہے نہ ان سے منع کیا ہے ایسی شرطوں میں عموماً مرد اپنے ہی کسی حق سے دستبردار ہو جاتا ہے، مثلاً یہ کہ خاوند اسے اس کے میکہ میں رکھے گا یا یہ کہ اس کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔ ایسی شرائط کے ساتھ نکاح تو بالاتفاق منعقد ہو جاتا ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ کیا ایسی شرائط پوری کرنا مرد پر لازم ہے؟

تیسری قسم کی شرائط کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے وقت سے ہی دو مختلف نقطۂ نظر چلے آرہے ہیں۔ حضرت علیؓ کا موقف یہی ہے کہ شرائط معتبر نہ ہونگی۔ حضرت علیؓ کے موقف کو تابعین میں سے سعید بن مسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح، شعبی، ابن شہاب زہری، عبدالرحمٰن بن اذنیہ، ایاس بن معاویہ۔ ہشام بن ہبیرہ اور طاؤس رحمھم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ (۸) ائمہ مجتہدین میں سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سوا ائمہ ثلاثہ کا یہی موقف ہے۔ (۹) اسی لیے اسے جمہور کا مؤقف قرار دیا جاتا ہے۔ اسکے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل" (۱۰)

۲۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"المسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالا وأحل حراما" (۱۱)

''یعنی مسلمانوں کے حقوق و واجبات طے شدہ شرطوں کے مطابق ہونگے۔ سوائے ایسی شرط کے جو کسی حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال کر دے''

اب اگر بیوی ایسی شرط لگاتی ہے جس کے ذریعے وہ کسی حلال کو شرط کے ذریعے خاوند کیلئے حرام کر دے تو یہ ناجائز ہوگا۔ مثلاً وہ شرط لگائے کہ دوسرا نکاح نہ کرو جہاں میں ہوں وہاں ہی تم رہو۔ حالانکہ دوسرے نکاح کی اور آزادانہ کسی بھی جگہ رہنے کی خاوند کو اجازت ہے تو گویا حلال کردہ اشیاء کو حرام بنانا ہے جو ناجائز ہے۔

۳۔ایسی شرطیں تقاضائے عقد کے خلاف ہیں۔

اس مندرجہ بالا موقف کے بالمقابل دوسرا موقف صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ تابعین میں سے قاضی شریح، ابوالشعثاء، عمر بن عبدالعزیز، اسحٰق بن راھویہ، اوزاعی اور ابن شبرمہ کی یہی رائے ہے کہ خاوند کو ہر وہ شرط جسے پورا کرنے کا اس نے عہد کیا ہے، بہرحال پوری کرنی پڑے گی۔ (۱۲)

ائمہ حدیث میں سے امام بخاری نے۔

''باب الشروط فی النکاح'' قائم کر کے حضرت عمرؓ کا وہی قول نقل کیا ہے جو ان شروط کے معتبر ہونے کے بارے میں ہے۔ جس نے انکا ر رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے۔ (۱۳) امام ابوداؤد کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ ان کے ہاں عنوان، ''باب فی الرجل یشترط لھا دارھا'' ہے۔ (۱۴) ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ (۱۵)

دلائل:۔ اس مسلک کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اَوۡفُوا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ (۱۶)

''اے اہل ایمان اپنے عقود پورے کیا کرو''

اس آیت کے ذیل میں جصاص لکھتے ہیں۔

"و کذلك کل شرط شرطه انسان علی نفسه فی شیء یفعله فی المستقبل فھو عقد" (۱۷)

''یعنی مستقبل کے بارے میں انسان جو بھی شرط اپنے اوپر عائد کرے وہ عقد ہے، پھر فرماتے ہیں''

"وھو عموم فی ایجاب الوفاء بجمیع ما یشترطه الانسان علی نفسه ما لم تقم دلالة تخصصه" (۱۸)

یعنی انسان اپنے اوپر جو بھی شرطیں منظور کرے یہ آیت ان تمام شرائط کے پورا کرنے کو واجب قرار دیتی ہے سوائے اس کے کہ کوئی ایسی دلیل ہو جو اس میں تخصیص کا تقاضا کرتی ہو۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"احق ما اوفیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج" (۱۹)

''سب سے زیادہ قابل ایفاء وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے تم عصمتوں کو حلال کرتے ہو''

اس حدیث کے حوالہ جات میں مذکور کتب صحاح وسنن کے تراجم ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے اس حدیث بالا سے اسی قسم کی شروط سمجھی ہیں۔

۳۔ عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھا، حضرت عمرؓ کے پاس ایک مقدمہ آیا، جس میں شوہر اور بیوی کے درمیان یہ شرط طے شدہ تھی کہ شوہر اس کو میکہ ہی میں رکھے گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شرط پوری کی جائے۔ اس کے شوہر نے کہا کہ اگر اس طرح کا فیصلہ ہوا تو عورت جب بھی شوہر سے علیحدہ ہونا چاہے گی، علیحدہ ہو جائے گی، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"المسلمون عند مشارطهم عند مقاطع حدودهم" (۲۰)

''یعنی مسلمان اپنی شرطوں کو پورا کرنے میں اپنی حدود کے پابند ہیں''

ابن قدامہ نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ ظاہر ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں تھا جب انہوں نے اس پر نکیر نہیں کی تو گویا یہ کم از کم مدینہ میں موجود صحابہ کا متفقہ فیصلہ ہو گیا۔ (۲۱)

۴۔ یہ ایسی شرطیں ہیں جو مقاصد نکاح میں تو مانع نہیں اور اس سے ایک جائز مقصد و منفعت متعلق ہے جیسے اپنے ملک میں رہنا یا مہر کی زیادتی، تو جب یہ امور درست ہیں تو ان پر مشتمل شرطوں کو بھی درست ہونا چاہیے۔ (۲۲)

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جو حضرات ان شرائط کے پورا کرنے کو شوہر کے لیے لازم نہیں سمجھتے وہ اس بات کے بہر حال قائل ہیں کہ چونکہ شوہر شرط کے پورا کرنے کا وعدہ کر چکا ہے لہذا اسے وعدہ خلافی کی صورت میں گناہ ضرور ہو گا۔ گویا دنیاوی حکم کے اعتبار سے قاضی تو فیصلہ یہی دے گا کہ شرط کا پورا کرنا خاوند کے ذمہ لازم نہیں لیکن اخروی حکم کے اعتبار سے وعدہ کی پاسداری نہ کرنے کے باعث خاوند گناہ گار رہے گا۔ اسے فقہاء کی اصطلاح میں ''یلزم دیانۃ'' ''ولا یلزم قضاء'' کہتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

"يؤمر الزوج بتقوى الله والوفاء بالشروط ويحكم بذلك حكما" (۲۳)

''شوہر کو تقویٰ اور ایفاء شرط کا حکم دیا جائے گا اور اس بارے میں قطعی حکم دیا جائے گا''

اسی طرح مولانا انور شاہ کاشمیری مسئلہ مذکورہ میں حنفیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والشروط اللتى لا تنافى النكاح جائزة وتوفى ديانة ولا تلزم قضاء" (۲۴)

جو شرطیں منافی نکاح نہیں ہیں وہ جائز ہیں، دیانۃً ان کو پورا کرنا واجب ہے۔ قضاء واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ایک فتوی میں نکاح مشروط کے بارے میں یہ تصریح ہے، کہ

''اس صورت میں نکاح ہو گیا، شرائط کے پورا نہ کرنے سے نکاح میں فرق نہیں آیا۔ اگر چہ شوہر کو دیانۃً پورا

کرنا شرائط کا ضروری تھا مگر پورا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا'' (۲۵)

اس مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ جمہور کا قول ان شرائط کے قضاء لازم نہ ہونے کا ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو اصولیین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی نص کے ذریعے مطلقاً کسی چیز کی ممانعت ہو جائے اور بعد ازاں کوئی دوسری نص اس عموم میں تخصیص پیدا کرتے ہوئے کسی پہلو یا اس عموم کے کسی فرد کے لیے جواز پیدا کر دے تو عموم میں سے اس فرد کو خاص کرتے ہوئے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے لہٰذا اس قاعدے کی روشنی میں ارشاد ھادی برحق ''کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل'' سے مستفاد حکم کو کہ جو کتاب اللہ میں نہیں، باطل ہے، اس میں سے ارشاد ھادی برحق:

"احق ماوفیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج "

کی روشنی میں نکاح کی شرائط کو مستثنیٰ کر دیا جائے، علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

"والحدیثان صحیحان اخرجهما البخاری ومسلم الا ان المشهور عند الاصولین القضاء بالخصوص علی العموم وهو لزوم الشروط وهو ظاهر ما وقع فی العتبیة وان کان المشهور خلاف ذلك"(۲۶)

باقی رہی یہ بات کہ جمہور کے نزدیک حنابلہ کی اس مذکورہ بالا دلیل سے وہی شرائط مراد ہیں جواز خود نکاح کے عقد میں پہلے سے شامل ہیں، تو یہ بات فہم سے بالاتر ہے کہ جب یہ شرائط خود عقد نکاح میں شامل ہیں تو ان کے علیحدہ سے اس قدر اہتمام سے بیان کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ اسی پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے ابن دقیق العید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"قد استشکل ابن دقیق العید حمل الحدیث علی الشروط اللتی هی من مقتضیات النکاح قال تلك الامور لا تؤثر الشروط فی ایجابها فلا تشتد الحاجة الی تعلیق الحکم باشتراطها و سیاق الحدیث یقتضی خلاف ذلك لان لفظ "احق الشروط" یقتضی ان یکون بعض الشروط یقتضی الوفاء بها وبعضها اشد اقتضاء والشروط هی من مقتضی العقد مستویة فی وجوب الوفاء بها" (۲۷)

یعنی جو شرطیں خود ہی مقتضیات عقد میں سے ہیں، انہیں کو اس حدیث کا مصداق قرار دینے پر ابن دقیق العید کو اشکال ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب ان امور کو واجب قرار دیئے جانے میں ان شرطوں کو لگانا مؤثر نہیں ہے تو پھر ان شرطوں کے لگانے پر حکم کو معلق کرنے کی کوئی حاجت نہیں، حدیث کا سیاق بھی اس سے مختلف بات کا متقاضی ہے، کیوں کہ احق الشروط کی تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ بعض شرطیں قابل ایفاء ہیں اور بعض زیادہ قابل ایفاء ہیں اور جو شرطیں واجبات عقد میں سے ہیں وہ لازم الایفاء ہونے میں برابر ہیں۔

بعض معاصر اہل علم و تحقیق کی رائے یہی ہے کہ ان شرائط کے پورا کرنے کو لازم قرار دیا جائے۔ (۲۸)

یہ بحث اس وقت تک ادھوری ہے جب تک اس مسئلہ کو معاصر معاشرتی مسائل کے تناظر میں نہ دیکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اخیر میں تحاریک حقوق نسواں (Feminism) اور بعد ازاں تحریک ترویج حقوق نسواں Women

Empowerment Movement نے دنیائے عالم کو ایک نئی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ ان تحاریک کے اخص الخصوص اہداف و مقاصد ہیں مسلم معاشروں اور خصوصاً مسلم اقلیتی معاشروں میں عورتوں کے حقوق کا پرچار کرنا ہے۔ ''جھوٹ کو اتنی ڈھٹائی سے بولو کہ سچ محسوس ہو'' اور کلمۃ حق ارید بھا الباطل'' جیسے اقوال انہی تحاریک پر صادق آتے ہیں۔ اب صورت حال اس حد تک گھمبیر ہو چکی ہے کہ مسلم عورتوں کی بنائی ہوئی "WISE" جیسی حقوق نسواں کی تنظیموں نے خواتین کی مردوں کی نماز کی امامت تک کا سوال اٹھالیا ہے۔

دوسری طرف معاشی ابتری اور اقتصادی بدحالی نے مسلم معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس کے زیر اثر مسلم خواتین کی ملازمت اور کاروبار حیات میں ان کی شرکت اب عام ہے۔ اس معاشی ابتری کا ایک نتیجہ مختلف نفسیاتی الجھنوں کی شکل میں سامنے آیا ہے جس سے طلاق وخلع کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ ملک پاکستان میں ہی پچھلے دو سالوں میں خلع کے مقدمات میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ معاشرتی مسائل کی اس مثلث نے علمائے اسلام کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا نکاح مشروط کی اجازت سے طلاق وخلع کی روک تھام یا کم از کم ایک حد تک کمی ممکن ہو سکے گی۔

راقم کے خیال میں معاملہ فقہی اجازت سے زیادہ تدبیر کا ہے۔ کیا نکاح مشروط کی تدبیر کارگر بھی ہوگی اور کیا اس کے ذریعے سے عائلی جھگڑوں اور تطلیق وتفریق کا سد باب ہو سکے گا۔ یہ بات تو طے ہے کہ شرط کی نوعیت پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ مرد قوام ونگہبان ہے عورت مملوک نہیں البتہ خادمہ اور مطیعہ ضرور ہے۔ کسی ایسی اجازت سے گریز ضروری ہے جس سے عورت بجائے خادمہ کے مخدومہ اور مطیعہ کے مطاعۃ بن جائے۔

لہذا نکاح مشروط کی مطلق اجازت بجائے ان تحاریک کے اثرات کو کم کرنے کے، ان کے اہداف و مقاصد کے حصول میں معین و مددگار ہو جائے گی اور بجائے موجب خیر ہونے کے موجب شر ہو جائے گی۔ چنانچہ یہی رخ راہ اعتدال معلوم ہوتا ہے کہ شرط کی نوعیت کے مطابق حکم لگایا جائے۔

ان مذکورہ بالا معاشرتی الجھنوں کے سب سے زیادہ شکار مسلم اقلیتی معاشرے ہیں۔ وہاں عورت کی ملازمت ایک ایسی روایت اور ایک گونہ ضرورت بن گئی ہے کہ اس کو یک لخت غیر اسلامی قرار دے کر کسی درجہ میں قابل فکر و اعتناء نہ سمجھنا دانش مندی نہیں، مثالی اسلامی معاشروں میں یقیناً اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ مگر یہاں صورت حال یکسر مختلف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت بوقت نکاح یہ شرط رکھتی ہے کہ وہ ملازمت کرے گی اور اگر نکاح کے بعد شوہر نے اسے ملازمت سے روکا تو اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

راقم کے خیال میں نکاح کے ذریعے مرد کو عورت پر جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان میں حق حبس یعنی گھر میں روکے رکھنے کا حق اور حق استمتاع یعنی جنسی خواہش کا حق شامل ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے:

"واذا ارادت المرءة ان تخرج الى محلس العلم بغير اذن الزوج لم يكن لها ذلك"(۲۹)

''عورت شوہر کی اجازت کے بغیر علمی مجالس میں جانا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔''

"له منعها من الغزل و كل عمل تبرعا لأ جنبى ولو قابلة او مغسلة لتقدم حقه على فرض الكفاية ومن محلس العلم الا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها"(۳۰)

شوہر کو حق ہے کہ بیوی کو دھاگے کاتنے اور ہر ایسے کام سے روکے، جو وہ اجنبی شخص کے لئے تبرعاً انجام دے، خواہ وہ دایہ ہو یا غسالہ ہو، کیونکہ شوہر کا حق فرض کفایہ پر مقدم ہے، سوائے اس کے کہ وہ ایسے پیش آمدہ مسئلہ کی بابت ہو جس کو شوہر دریافت نہیں کر رہا۔

قرآن کریم کی آیت:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی﴾ (۳۱)

''اور تم عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کے زمانہ جیسے بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلو'' سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یقیناً بعض ظروف واحوال ایسے ہوتے ہیں جن میں عورت کی ملازمت عیش وآزاد پسندی کی بجائے ضرورت بن جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ خاوند سرے سے کماتا ہی نہیں یا یہ کہ اس کی کمائی اس قدر کافی نہیں جو خانگی ضروریات کو پوری کر سکے۔ یا عورت بعض اوقات ایسی گھریلو نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتی ہے کہ اس کا حل یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے ماحول کی تبدیلی کا موقع دیا جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً یہ تمام حالات نکاح سے قبل تو معلوم ہو نہیں سکتے کہ ان کے حل کے لیے نکاح ہی کو ملازمت کی شرط سے مشروط کر دیا جائے۔ یہ احوال تو نکاح کو کچھ مدت گزر جانے کے بعد جلد بدیر ہی سامنے آسکتے ہیں۔ لہذا ان کے حل کے لیے نکاح کو مشروط رکھنا تو کوئی دانشمندی نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ وہ مسلم اقلیتی معاشرے جہاں عادت وعرف سے یہ بات طے ہے کہ مرد کی آمدنی عموماً اتنی ہوتی نہیں کہ اس میں خانگی ضروریات پوری ہو سکیں تو وہاں اگر بایں الفاظ نکاح کو مشروط کرایا جائے کہ اگر مرد کی کمائی سے خانگی اخراجات پورے نہ ہوئے تو تو عورت کو تا حد امکان اسلامی احکام کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس وقت تک ملازمت کی اجازت ہوگی جب تک اس کی ضرورت ہوگی اور اگر اس ضرورت کے باوجود مرد، عورت کو ملازمت کی اجازت نہ دے اور معاملات یونہی ایک سال تک شدید تنگی میں گزر جائیں تو ان حالات کے بارے میں دو عادل گواہوں کی گواہی کے بعد عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

بعض معاصر فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ اگر عورت کسی ایسی جگہ ملازمت کی شرط لگاتی ہے جہاں حدود شرعیہ کی پابندی ہے تو پھر

اس شرط کا ایفاء بھی خاوند کے ذمہ لازم ہوگا۔مثلاً وہ کسی لڑکیوں کے دینی مدرسہ میں ملازمت کرتی ہے۔(۳۲)

راقم کے خیال میں خواتین کی عصری تعلیم کے ادارے بھی اس دائرہ میں شامل کیے جاسکتے ہیں۔لیکن دینی مزاج ومذاق کا تقاضا یہی ہے مسلم ممالک میں عورت کی ملازمت کو مطلقاً مشروع نہ کیا جائے ورنہ مفاسد کا خطرہ ہے، سدِ ذریعہ کے اصول کے تحت ملازمت کا دروازہ بند رکھنا ہی بہتر ہے۔

یہاں ایک سال کی مدت حزم واحتیاط کے باعث رکھی گئی ہے ورنہ فقہ میں صرف ایک ماہ کی مہلت رکھی گئی ہے۔متعسر (تنگدست) جو بیوی کو نفقہ دینے پر قادر نہ ہو تو اسے ایک ماہ کی مہلت دی جائے گی اگر اس مدت میں وہ نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو قاضی نکاح فسخ کردے گا۔ بلکہ بعض معاصر فقہاء کا کہنا ہے کہ ایک ماہ کی مہلت صحت قضاء کے لیے شرط نہیں ہے۔گویا قاضی اس سے کم مدت بھی مقرر کرسکتا ہے۔(۳۳)

ظاہر ہے کہ جہاں نظام قضاء نہ ہو اور مسلم پرسنل لاء کے مطابق فیصلے بھی ناممکن یا انتہائی مشکل ہوں وہاں دو عادل گواہ قاضی کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔

مسلم اقلیتی معاشروں میں ایک اور رجحان نے بھی جنم لیا ہے جو ظاہر ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی نیا نہیں ہے۔وہ یہ کہ وہاں لڑکی یا اسکے اولیاء بوقت نکاح یہ شرط رکھتے ہیں کہ ہر حال میں لڑکی کو یہیں بسانا ہوگا اور اپنے ملک میں لے جانے کی مرد کو اجازت نہ ہوگی۔

درج بالا صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ خود فقہاء نے اس نوعیت کی شرط کا تذکرہ کیا ہے۔

راقم کے خیال میں یہاں شرط کو قانونی حیثیت دیتے ہوئے عدم ایفاء شرط کی صورت میں عورت کو حق فسخ دینے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ وہ اسی ماحول میں پلی بڑی ہے۔باوجودیکہ ان غیر مسلم معاشروں کا ماحول کسی صاحبِ ایمان کے لیے موزوں نہیں تاہم عورت کو بہ جبر آبائی مسلم ملک میں لے جانا بھی متعدد قباحتوں کو جنم دیتا ہے۔

بعض اوقات اسی نوعیت کی شرائط مرد بھی عائد کرتے ہیں ان شرائط سے عورت کے کلیدی حقوق پر زد پڑتی ہے۔نفقہ اور وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی عورت کے وہ بنیادی حقوق ہیں جو نکاح کے فوراً بعد اسے حاصل ہوجاتے ہیں۔ظاہر ہے کہ جس طرح نفقہ ایک ایسا حق ہے جو ہر روز پیدا ہوتا ہے اسی طرح وظیفۂ زوجیت بھی ایک ایسا حق ہے جو بار بار پیدا ہوتا ہے۔لہٰذا مرد کی طرف سے عائد کی گئی وہ تمام شرائط جو ان دونوں حقوق سے بریت ودستبرداری پر مشتمل ہوں، معتبر نہ ہوں گی عورت کسی بھی وقت ان کی ادائیگی کا مطالبہ کرسکتی ہے اس لیے کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر عورت کو مرد کی تنگدستی کا نکاح سے پہلے علم ہو تو پھر بھی وہ نکاح کے بعد عدم ادائیگی نفقہ کی بناء پر حق فسخ رکھتی ہے۔(۳۴)

اسی طرح اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور ایک اپنی نوبت (شب باشی کی باری) کسی دوسری کو دے دے تو

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، بیروت، دار الفکر، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، ۵۹۲/۱، ح ۱۸۴۶

۲۔ مسلم بن الحجاج نیشاپوری، الجامع الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ ووجد مؤنۃ، ۱۲۸/۴، ح ۳۴۶۴

۳۔ الروم:۲۱

۴۔ صحیح بخاری، بیروت، دار ابن کثیر، ۱۴۰۷ھ، کتاب الشروط، باب الشروط فی المھر، ۹۷۰/۲، ح ۲۵۷۲، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح، ۱۹۷۸/۵، ح ۴۸۵۶؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الوفاء بشرط النکاح، ۱۰۳۵/۲، ح ۱۴۱۸، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یشترط لھا دارھا، بیروت، دار الفکر، س۔ن، ۲۴۴/۲، ح ۲۱۳۹؛ سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الشرط فی عقدۃ النکاح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۴۳۴/۳، ح ۱۱۲۷؛ سنن نسائی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ، کتاب النکاح، احکام فی الخطبۃ وشروط النکاح، ۳۲۲/۳۔۳۲۳، ح ۵۵۳۱، ۵۵۳۳؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الشرط فی النکاح، ۶۲۸/۱، ح ۱۹۵۴

۵۔ اوجز المسالک، ۳۲۱/۲

۶۔ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتھد، بیروت، دار الفکر، س۔ن، ۴۴/۲

۷۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الشروط التی لاتحل فی النکاح، ۱۹۷۸/۵ء، ح ۴۸۵۷

۸۔ عبد الرزاق، ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی ۱۴۰۳ھ، کتاب النکاح، باب الشروط، ۲۲۴/۶۔۲۳۱؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ریاض، مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ھ، کتاب النکاح، من قال لیس شرطھا بشیء، ۵۰۰/۳

۹۔ العبدری، محمد بن یوسف، التاج والاکلیل، بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۸ھ، ۴۴۶/۳؛ مقدسی، عبد اللہ بن احمد، المغنی، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ۷۱/۷؛ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق، بیروت، دار المعرفۃ، س۔ن، ۱۷۳/۳؛ نووی، یحیی بن شرف، شرح النووی علی صحیح مسلم، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ، ۲۰۱/۹۔۲۰۲

۱۰۔ ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۴ھ، ذکر البیان بان زوج بریرۃ کان عبد الاحرا، ۹۴/۱۰، ح ۴۲۷۲، سنن ابن ماجہ، کتاب العتق، باب المکاتب، ۸۴۲/۲، ح ۲۵۲۱؛ احمد بن حنبل، امام، المسند، مصر، مؤسسۃ قرطبہ، س۔ن؛ مسند عائشہ، ۱۸۳/۶، ح ۲۵۵۴۳، ۲۱۳/۶، ح ۲۵۹۲۷

۱۱۔ سنن البیہقی الکبریٰ، مکۃ المکرمۃ، مکتبہ دار الباز، کتاب الشرکۃ، باب الشرط فی الشرکۃ، ۷۹/۶، کتاب النکاح، باب الشرط فی النکاح، ح ۱۴۲۱۱؛ طبرانی، سفیان بن احمد، المعجم الکبیر، موصل، مکتبۃ العلوم، ۱۴۰۴ھ، باب من اسمہ عمرو، ۱۴۰۴ھ، ۲۲/۱۷، ح ۳۰

۱۲۔ حضرت عمرؓ اور امام اسحاق بن راہویہ کی طرف نسبت امام ترمذی نے کی ہے۔ ابن مسعودؓ کا ذکر امام بغوی نے کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور دیگر تابعین کا ذکر مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ابن شبرمہ کی طرف نسبت ابن رشد نے کی ہے۔
ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الشرط فی عقدۃ النکاح، ۳/۴۲۴؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب النکاح، فی الرجل یتزوج المراۃ ویشترط لھا دارھا، ۳/۵۰۰؛ بدایۃ المجتھد، ۲/۴۴؛ بغوی، محمد حسین بن مسعود، شرح السنۃ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ، کتاب النکاح، باب الوفاء بشرط النکاح، ۵/۴۴

۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح، ۵/۱۹۷۸

۱۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یشترط لھا دارھا، ۲/۲۴۴

۱۵۔ ابن قدامہ، المغنی، ۷/۱۷

۱۶۔ المائدہ:۱

۱۷۔ جصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ، ۳/۲۸۵

۱۸۔ ایضاً، ۳/۲۸۶۔۲۸۷

۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی المھر، ۲/۹۷۰، ح ۲۵۷۲، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح، ۵/۱۹۷۸، ح ۴۸۵۶؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الوفاء بشرط النکاح، ۲/۱۰۳۵، ح ۱۴۱۸، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یشترط لھا دارھا، ۲/۲۴۴، ح ۲۱۳۹؛ سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الشرط فی عقدۃ النکاح، ۳/۴۳۴، ح ۱۱۲۷؛ سنن نسائی، کتاب النکاح، احکام فی الخطبۃ وشروط النکاح، ۳/۳۲۲۔۳۲۳، ح ۵۵۳۱، ۵۵۳۳؛ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الشرط فی النکاح، ۱/۶۲۸، ح ۱۹۵۴

۲۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، فی الرجل یتزوج ویشترط لھا دارھا، ۳/۵۰۰

۲۱۔ المغنی، ۷/۱۷

۲۲۔ محولہ بالا

۲۳۔ عینی، بدالدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س۔ن، ۲۰/۱۹۸

۲۴۔ کاشمیری، انور شاہ، مولانا، العرف الشذی علی جامع الترمذی، ملتان، مکتبہ شرکت علمیہ، س۔ن، ۱/۲۱۶

وہ اپنی نوبت کا دوبارہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے۔ (۳۵)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حقوق دستبرداری سے مستقل ختم نہ ہونگے۔

البتہ مرد اگر مستقل شب گزاری نہ کرنے کی شرط عائد کرے اور عورت کے پاس اس کا کوئی محرم خصوصا والدین، بھائی یا کبرسنی کی صورت میں بالغ بیٹے موجود ہوں تو یہ شرط درست ہوگی اور عورت مستقل شب گذاری کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

خلاصہ بحث:

۱۔ نکاح میں عائد کی جانے والی وہ شرائط جن میں مرد اپنے کسی حق سے دستبردار ہوتا ہے مثلا یہ کہ وہ عورت کو اس کے آبائی شہر ہی میں بسائے گا۔ جمہور فقہاء (صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ ثلثہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی) کے نزدیک لازم الایفاء نہیں ہے۔ ان شرائط کے پورا نہ کرنے پر عوت کو حق فسخ حاصل نہ ہوگا۔ البتہ مرد گناہ گار ضرور ہوگا۔ دیگر فقہاء صحابہ، تابعین اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان شرائط کے پورا نہ کرنے پر عورت کو حق فسخ حاصل ہوگا۔

۲۔ نامور معاصر فقہاء حنابلہ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔

۳۔ نکاح مشروط کی مطلق اجازت معاصر معاشرتی مسائل کے حل میں کارگر ہونے کی بجائے مزید مسائل پیدا ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔ لہذا ہر شرط پر گہرے غور فکر کے بعد ہی کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ عورت کی ملازمت کی شرط کو مطلقا قابل ایفاء ٹھہرانے کی بجائے مرد کے نفقہ ادا نہ کرنے کی صورت سے مشروط کرنا ہی مناسب ہے۔

۵۔ مسلم اقلیتی معاشروں کی مجبوریوں کے پیش نظر عورت یا اس کے اولیاء کی طرف سے مرد پر عائد کی گئی یہ شرط کہ وہ عورت کو وہیں رکھے گا، لازم الایفاء ہے۔

۶۔ مرد کی طرف سے عائد کی گئی وہ شرائط جن سے عورت کے کلیدی حقوق پر زد پڑتی ہے، مثلا نفقہ کی عدم ادائیگی و شب باشی سے بریت وغیرہ لازم الایفاء نہیں ہیں۔ عورت کسی وقت بھی ان حقوق کا مطالبہ کرسکتی ہے اور عدم تسلیم کی صورت میں حق فسخ رکھتی ہے۔

۲۵۔ ظفیر الدین، مفتی (مرتب) فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ملتان، مکتبہ حقانیہ، س۔ن ۹۳/۷

۲٦۔ بدایۃ المجتہد، ۴۵/۲

۲۷۔ ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ، ۲۱۸/۹

۲۸۔ i وھبہ الزحیلی، الدکتور، الفقہ السلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، الطبعۃ الثانیہ عشرۃ، ۵۲/۹

ii۔ سید سابق، فقہ السنہ، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۹۹۷ء، ۵۳/۲

iii۔ مصطفیٰ احمد الزرقا، المدخل الفقہی العام، دمشق، مکتبہ الف باء الادیب، ۱۹٦۷ء، ۲۲۷/۱-۲۲۵، فقرہ ۹۲، ۹۳

۲۹۔ حصکفی، علاؤ الدین، الدر المختار مع رد المحتار، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸٦ھ، ۳/۲۰۴

۳۰۔ محولہ بالا

۳۱۔ الاحزاب: ۳۳

۳۲۔ محفوظ الرحمٰن، اشتراط فی النکاح، مشمولہ جدید فقہی مباحث، کراچی، ادارۃ القرآن، س۔ن ۱۴۵/۱۱

۳۳ لدھیانوی، رشید احمد مفتی، احسن الفتاوی، کراچی، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، س.ن، ۴۱۳/۵

۳۴۔ خالد سیف رحمانی، جدید فقہی مسائل، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰٦ھ، ۴۸/۳

۳۵۔ مرغنانی، علی ابن ابی بکر، الہدایہ، ۲۲۲/۱، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰٦ء